کس لئے؟

(۱۰)

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

کس لئے؟ کے مندرجہ بالا عنوان کے تحت اب تک جو کچھ بھی عرض کیا گیا ہے اگرچہ وہی کافی طویل ہوچکا ہے لیکن سچی بات یہی ہے کہ "اسلام کا عملی نظام" جس پر بحث مقصود ہے۔ اس کا موقعہ اس وقت تک اس لئے نہ آسکا کہ بیسیوں غلط فہمیوں کا ازالہ اصل مدعا پیش کرنے سے پہلے ناگزیر اور ضروری تھا۔ خصوصاً خدا کی ایک زمین، اور خاک کے اس ایک تودے کو، مختلف اغراض و مقاصد کے زیرِ اثر لوگ تاریخ کے نامعلوم زمانہ سے جو بانٹتے چلے آئے ہیں، اور معمولی معمولی امتیازی وجوہ کو اہم بنا بنا کر گھوڑوں، گدھوں، کوّوں اور چیلوں کی نسل میں نہیں بلکہ آدم و حوا کے بچوں کے درمیان اختلافات کی ناقابلِ عبور خلیجیں جو حائل کردی گئی ہیں کبھی چہروں کے رنگ روپ کو سامنے رکھ کر گوروں، کالوں، پیلوں کے درمیان لوگ بانٹے گئے یا مافی الضمیر سے آگاہ کرنے کے لئے بیان کی جو نعمت بنی آدم کو بخشی گئی ہے اور مختلف اسباب و مؤثرات کے تحت بیانی قوت کے اظہار کے لئے مختلف الفاظ و محاورات جو لوگوں میں چل پڑے، یعنی زبانوں کے اختلاف کو بنیاد بنا کر ایک ہی نسل کے افراد کو مختلف ٹولیوں میں تقسیم کرنے کی کوشش جو کی گئی ہے، یا آباء و اجداد کے نسبی شجروں کو سامنے رکھ کر مختلف خاندانوں کی طرف منسوب کر کر کے باور کرایا گیا کہ زید کے خاندانی سلسلے سے تعلق رکھنے والے عمرو کے خانوادے میں پیدا ہونے والوں سے جدا اور قطعاً جدا ہیں۔ الغرض وطن، رنگ، زبان، نسل وغیرہ کے اختلافات سے اختلافات کے جو طلسم بنی نوع انسانی کے گھرانوں میں کھڑے کردے گئے ہیں اور کیسے طلسم؟ کہ ان کے سحر سے مسحور ہو کر یہی نہیں کہ باہم اپنے آپ کو لوگ ایک دوسرے سے الگ اور جدا سمجھنے لگے۔ بلکہ بغض اور عداوت کی آگ بھی ان ہی بنیادوں پر بھڑکائی گئی اور کیسی آگ؟ کہ بجھانے کی ہر کوشش اس سلسلہ میں صرف یہی نہیں کہ ناکام نہیں ہورہی ہے بلکہ اس آگ کو اور زیادہ تیز کر کے بھڑکاتی ہی چلی آئی ہے۔ پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے اور آج بھی یہی ہورہا ہے۔ کچھ سمجھ

میں نہیں آتا کہ آخر دنیا ان سطحی قصوں کے چکانے میں کب کامیاب ہوگی۔ کامیاب ہوگی بھی یا نہیں۔

سطحی اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بغض وعداوت جنگ وجدال لڑائی جھگڑوں میں عموماً یہی دیکھا جاتا ہے کہ قصد واختیار کو اس میں کتنا دخل ہے۔ بے جانے کسی کے ہاتھ سے آپ کو لگ جاتی ہے تو آپ کے دل میں یہی فیصلہ ہوتا ہے، کہ جس سے آپ کو چوٹ لگی ہے وہ قصوروار نہیں ہے اور خود وہ بھی جس کے ہاتھ سے آپ کو اذیت پہنچی، یہی سمجھتا ہے کہ میں مجرم نہیں ہوں۔

لیکن قوموں اور امتوں کی تقسیم وتجزی کی یہ ساری بنیادیں، جن کا میں نے ذکر کیا، سوچئے تو سہی کہ ان کی نوعیت کیا ہے؟ چہروں کے کالے، گورے، پیلے ہونے میں، کیا ان غریبوں کے قصد اور اختیار کو کچھ بھی دخل ہے جن کی وجہ سے ایک دوسرے سے وہ جدا کئے گئے ہیں۔

یا نسلوں کا اختلاف یعنی بجائے زید کے جو عمرو کے خاندان میں پیدا ہوئے ہیں کیا ان کی یہ پیدائش اختیاری ہے، اسی طرح زمین کے مختلف حصوں میں جو لوگ آباد ہو گئے اور ان کے توالد وتناسل کا سلسلہ ان ہی علاقوں میں شروع ہوا اس میں ان پیدا ہونے والوں کا بھلا کیا قصور اور سچ تو یہ ہے کہ مٹی کا یہ سمٹا ہوا ڈھیر ہم جسے زمین کہتے ہیں، ایک گول مٹول واحد بسیط کرہ ہے۔ اس کے جن حصوں کو ہم نے مختلف ناموں سے موسوم کر رکھا ہے کسی حصہ کو ایشیا کسی کو یورپ کسی کو افریقہ یا امریکہ جو ہم کہتے ہیں تو بجز فرضی حدود کے آپ ہی سوچئے، ان ناموں کی بنیاد کیا کسی حقیقت اور واقعہ پر قائم ہے؟ ہر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر پہاڑ دریا، ندیاں، جنگل زمین کے اس کرے پر پائے جاتے ہیں یہ یا اسی قسم کی چیزوں میں سے کسی کے متعلق یہ فرض کر لینا کہ وہاں سے دوسرا ملک شروع ہو جاتا ہے، ذہن کی ایک فرضی اور اختراعی کارروائی کے سوا اور بھی کچھ ہے۔

اس سے زیادہ احمق کون ہوگا جو جغرافیائی اطلسوں کے نشانات کو زمین کی سطح پر تلاش کرے گا۔

مگر یہی ایک فرضی بات جس نے ایک ملک کے لوگوں کو دوسرے ملک کے باشندوں سے جدا کر رکھا ہے اس کا نتیجہ کیا ہے؟

بین الاقوامی کشیدگیوں کے زہر کا کتنا بڑا ذخیرہ صرف اسی ایک ذہنی مفروضہ میں پوشیدہ ہے، اڑنے والے گویا اس پر لڑ رہے ہیں کہ تیرا مکان فلاں ندی کے شمالی ساحل پر چونکہ واقع ہے اس لئے جنوبی ساحل میں

رہنے والے ان سے راضی نہیں ہو سکتے۔ میں تو حیران ہو جاتا ہوں جب بود و باش کے علاقوں کی بنیاد پر دیکھتا ہوں کہ آگ اسنے والے لوگوں کو اکسا رہے ہیں۔ آخر یہ قصہ ذرا سوچئے تو سہی کسی نقطہ پر ختم بھی ہو سکتا ہے، مسکن و مکان کی ان تقسیموں کا حال تو یہ ہے، کہ ایک ایک ملک مختلف صوبوں پر، اور ہر صوبہ مختلف اضلاع پر، ہر ضلع مختلف پرگنوں پر، ہر پرگنہ مختلف دیہاتوں اور قصبوں پر، ہر دیہات اور قصبہ، مختلف ٹولوں، اور محلوں پر بٹا ہوا ہے، جب لڑائی کی بنیاد مکانی اور سکونتی اختلاف ہی پر قائم کردی گئی ہے تو ملکوں والی جنگ کی آگ اگر محلوں اور ٹولوں کو بھی اپنے احاطہ میں گھیر لے، بلکہ ہر محلہ اور ہر ٹولہ میں رہنے والے ظاہر ہے کہ الگ الگ مکانوں، اور گھروں میں رہتے ہیں، بلکہ ایک ہی گھر کے رہنے والے گھر کے مختلف حصوں ہی میں سوتے اٹھتے بیٹھتے ہیں، لڑنے والے چاہیں گے تو اس لڑائی کو کھینچ کر خوابگاہوں، اور مدفنوں کے اختلاف تک لا کر بھی پہنچا سکتے ہیں مکانی اختلاف کے یہ نتائج بالکل قدرتی اور منطقی نتائج ہیں۔

اور وطنی اختلاف ہی کا یہ حال نہیں ہے، زبانوں کا اختلاف بھی اگر غور کیا جائے تو فرضی اصطلاحات کے کے اختلاف کے سوا اس کی تہ میں بھی آپ کو کوئی واقعہ نظر نہ آئے گا پانی ایک سیال، صاف، شفاف رقیق بہنے والے مادہ کا نام ہے، یقیناً فرض کرنے والوں ہی نے اس کی تعبیر کے لئے پانی جل، آب، ماء، واٹر وغیرہ الفاظ فرض کر لئے ہیں، پھر زبانوں کی بنیاد پر لڑنے والے فرضی اصطلاحوں پر نہیں لڑ رہے ہیں، تو خود ان کو سوچنا چاہئے کہ اس کے سوا اور کیا کر رہے ہیں؟

پھر ایک ہی زبان اور بولی میں لب و لہجہ کی وجہ سے بھی عموماً اختلافات رونما ہوتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے کہ باہم ایک دوسرے کا مضحکہ ان اختلافات کی وجہ سے بھی اڑاتے ہیں غور کرنے کی بات ہے کہ آخر یہ جنگ بھی بڑھتے ہوئے کہاں تک پہنچ سکتی ہے؟

چہروں کے رنگ و روغن کے اختلافات پر غور کیجئے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ دو حقیقی بھائی بھی شکل و صورت میں ایک دوسرے سے عموماً مختلف ہوتے ہیں۔ نسلوں میں بھی میں پوچھتا ہوں کہ ایک ہی دادا کی اولاد بھی ایک دوسرے سے اسی مقدمہ کو پیش کرکے کہ دادا ہم سب کے ایک سہی، لیکن جو ہمارا باپ ہے، چونکہ وہی تمہارا باپ نہیں ہے، اس لئے ہم دونوں دو مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے ہیں، تو نسلی اختلاف کے ماننے والوں

کے نزدیک یہ دعویٰ مستحقِ توجہ کیوں نہیں؟ آخر اس راہ میں حد بندی کی منطقی شکل کیا ہے، یعنی کہاں سے آباء واجداد کے اختلاف کے قصہ میں کتنی پشتوں تک نسلی اختلاف کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور کہاں سے سمجھا جائے گا کہ لوگ ایک ہی نسل کے ہیں۔

بہرحال وطن اور زبان کا اختلاف جس کی بنیاد خود تراشیدہ وہمی حدود یا مفروضہ اصطلاحات پر قائم ہے، یا رنگ و نسل کا اختلاف جس میں ان بے چاروں کے مقصد اور ارادہ کو کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہوتا، جن سے اختلاف کیا جاتا ہے، ان اختلافات میں قطع نظر اس پہلو کے کہ ان کو بنیاد بنا کر انسانیت کی تقسیم کسی خاص نقطہ پر پہنچ کر ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ تقسیم کے بعد تقسیم، اور بٹوارے کے بعد بٹوارے کے خطرات مسلسل سر نکالنے لگتے ہیں، سب سے بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ ان اختلافات کو ابھارنے کے بعد انسانیت کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو کوئی متحد کرنا چاہے بھی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس اختلاف کے بعد اتحاد کی راہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی۔ آخر میں پوچھتا ہوں کہ وطن کی بنیاد پر چین کے باشندے مثلاً جاپان والوں سے جب جدا ہو چکے ہیں تو پھر ان کے ملانے کی شکل یہی تو ہو سکتی ہے کہ یا چین کو جاپان بنا دیا جائے یا جاپان چین میں مدغم ہو جائے لیکن دونوں ملکوں کی زمین کے تداخل اور باہمی انجذاب کی صورت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح کالوں کو گوروں سے ملانے کے لئے کوئی چہرے کے رنگ اور جلد کو کیا بدل سکتا ہے۔ یہ یا جو بے چارے مثلاً زید کی نسل میں پیدا ہو چکے ہیں، کیا صورت ہے کہ ان کو عمرو کی نسل میں شریک کر دیا جائے؟ زیادہ سے زیادہ عقلی طور پر کچھ تبدل و تغیر کے قبول کرنے کا امکان اگر ہے تو وہ زبانوں اور بولیوں کا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ مختلف زبانوں اور بولیوں کو مٹا کر بہ زور و جبر کسی ایک ہی زبان یا بولی کے بولنے پر لوگوں کو مجبور کریں۔ عقل تو اس گنجائش کو پاتی ہے لیکن عملاً یہ ممکن بھی ہے یا نہیں۔ تجربہ ہی آپ کو اس کا جواب دے گا۔ اور سچ پوچھئے تو یہ سارے اختلافات جو بنی آدم میں پیدا کئے گئے ہیں۔ واقع میں ان کی ابتدا کسی اندرونی اختلاف ہی سے ہوئی، پہلے دلوں میں کہئے، یا فکری و ذہنی رجحانات میں فرق پیدا ہوا، پھر خاص فکر و نظر رکھنے والوں نے عوام کو اپنے ارد گرد جمع کرنے کے لئے، کہیں تو نسل کا، کہیں وطن کا، کہیں رنگ کا، کہیں زبان کے شاخسانے نکالے۔ ان قصوں کو اہمیت دی گئی۔ تا آنکہ انسانوں کی ایک ٹکڑی دوسری ٹکڑیوں سے اپنے آپ کو ان ہی وجوہ سے الگ سمجھنے لگی، اور کیسی علیحدگی؟ گویا وہی نسبت پیدا ہو گئی، جو جانوروں، پرندوں، درندوں سے انسانی نسل رکھتی ہے، بلکہ قومی عداوتوں اور رقابتوں کے ان قصوں نے اس سے بھی زیادہ ہولناک قالب اختیار

کر لیا، جس کا تماشا تاریخ کے نامعلوم زمانہ سے دنیا کرتی چلی آرہی ہے اور آج تک ان ہی موثرات کے زیر اثر آدم کی اولاد زندگی گذار رہی ہے۔

بے شمار اور ان گنت ٹولیاں ان تقسیموں کی وجہ سے بنی ہی ہوئی تھیں، پھر ان ہی کے ساتھ فکری و ذہنی اختلافات کے مسائل بھی پیدا ہوئے، جن میں ایک طویل افسانہ تاریخ میں "مذہب" اور "دین" کے اختلافات کی بنیاد پر بھی مرتب ہوا،

ان ہی باتوں کا نتیجہ ہے، کہ "انسانی زندگی کے عملی نظام" کے متعلق یہ غلط فہمی پھیل گئی، کہ ان کا نہ کوئی احاطہ ہی کر سکتا ہے اور نہ کوئی اپنی گرفت میں آئین و دستور کے ان قصوں کو لا سکتا ہے جو اب تک بنی آدم میں نافذ اور جاری ہو چکے ہیں۔

اور یہ واقعہ ہے کہ قرآن کی روشنی اگر میرے سامنے نہ ہوتی تو "اسلامی نظام زندگی" کو موضوع بنا کر میں نے جو قلم اٹھایا ہے یہ مسئلہ میرے لئے کافی دشوار ہو جاتا، گویا میرا علمی فرض تھا کہ دنیا جہان کے ان سارے "عملی نظام ناموں" کی پہلے ایک فہرست بناتا، جو مختلف اقوام و امم میں اب تک پائے گئے ہیں، یا اس وقت پائے جاتے ہیں۔ اور اس کے بعد ان کے ہر ہر باب اور ہر باب کے ہر دفعہ سے "اسلام کے پیش کردہ عملی نظام" کے قوانین و مسائل سے مقابلہ کرتا،

مگر جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، قرآن کا یہ خدائی اعلان

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً	واقعہ یہ ہے کہ تمہارا یہ گروہ (انسانوں کا) ایک ہی
وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ	گروہ ہے اور میں ہوں تمہارا آقا، تو تم مجھی کو اپنے بنا

اس نے انسانیت کی ساری بیرونی و اندرونی تقسیموں کو ختم کر دیا۔ اختلافات کی بنیاد جن چیزوں پر قائم تھی، بجائے اختلاف کے ان کے استعمال کے دوسرے طریقوں کی طرف اسی کتاب میں توجہ دلائی گئی ہے، مثلاً نسلی و قبائلی اختلافات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ

جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا	اقوام و قبائل ہم نے (اختلاف کے لئے نہیں) بلکہ
(الحجرات)	باہم ایک دوسرے کے تعارف کے لئے بنایا،

جس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ نسبی شجروں کو دیکھ کر یہ جانا جا سکتا ہے کہ مختلف خاندان کہاں پر جا کر ملتے ہیں، اس طریقہ سے اس میں ایک قبیلہ کا رشتہ دوسرے قبیلہ سے معلوم ہوتا ہے، جو تعارف اور باہمی شناسائی کا ذریعہ بن سکتا ہے،

اسی طرح زبانوں اور رنگ روپ کے اختلافات کا ذکر کرکے ارشاد ہوا ہے

وَاخْتِلَافَ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ — تمھاری زبانوں اور تمھارے رنگ روپ کا اختلاف

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ (الروم) — اس میں نشانیاں ہیں سارے جہانوں کے لئے۔

اور کوئی شبہ نہیں کہ بولیوں اور زبانوں کا اختلاف جس کی ابتدا، درحقیقت لب ولہجہ کے اختلاف سے ہوئی ہے بڑھتے ہوئے وہی اختلاف زبانوں کے اختلاف تک پہونچ جاتا ہے یہ ایسی صورت حال ہے جو آدمی کو حیرت میں ڈالتی ہے تکلم یعنی بولنے کے سارے آلات زبان ہونٹھ تالو حلق اور ان کے رگ پٹھے سب ہی میں مشترک ہوتے ہیں جو کچھ ایک آدمی کے منہ میں ہوتا ہے وہی دوسرے کے منہ میں، مگر بااین ہمہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ دو ماں جائی بھائیوں کی آواز میں فرق ہوتا ہے اور کافی فرق ہوتا ہے، اور یہی فرق وسیع ہو کر بولیوں کے اختلاف تک ترقی کرکے پہونچ گیا ہے، وحدت میں کثرت کا یہ تماشا جیسے حیرت انگیز ہے، یہی حال چہروں کے رنگ روپ کا بھی ہے اس باب میں دو بھائیوں میں بھی کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے اور یہی تفاوت ہے جس نے بالآخر گوری، کالی، پیلی قوموں کے قصے کو پیدا کر دیا ہے، الغرض اختلافات کی ان دونوں شکلوں (یعنی زبان اور رنگ) دونوں ہی کی کثرت میں کسی قاہرہ ارادہ و اختیار کی وحدت کی یافت ان کے استعمال کا صحیح قرآنی طریقہ ہے، قرآن کے ان ہی اشاروں کی وہ تفصیلات ہیں جن کا تذکرہ مختلف طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً حجۃ الوداع کے آخری وداعی خطبہ میں جن مہمات کا تذکرہ فرمایا گیا تھا ان ہی میں ایک مسئلہ یہ بھی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد — لوگو! تمھارا مالک پروردگار ایک ہے اور تمھارا باپ بھی

الا ان اباکم واحد لا فضل لعربی — ایک ہی تھا، کسی قسم کی کوئی برتری عرب کے باشندے

علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی الاحمر ولا احمر علی اسود (در منثور جلد ۶ بحوالہ بیہقی) کو ان لوگوں پر نہیں ہے جو عجم (یعنی غیر عربی علاقوں) کے باشندے ہیں اور نہ عجم والوں کو عرب والوں پر نہ کسی کالے کو سرخ رنگ والوں پر اور نہ سرخ رنگ والوں کو کالے رنگ والے پر،

دوسری روایت میں اسی سلسلہ کے یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں کہ

الناس کلھم بنو آدم وآدم من تراب لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا احمر علی ابیض ولا ابیض علی الاحمر

آدمی سب کے سب آدم ہی کی اولاد ہیں کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سرخ رنگ والے کو گورے پر، اور گورے کو سرخ رنگ والوں پر کسی قسم کی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔

خلاصہ یہی ہے، تقسیم کی بیرونی بنیادوں رنگ، نسل، زبان و وطن کے قصوں کو بھی ختم کر دیا گیا اور فکری و ذہنی اختلافات کی جو صورتیں مذاہب وادیان میں پائی جاتی تھیں قرآنی اطلاع

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

اللہ کے حضور میں الدین صرف الاسلام ہے

کے متعلق عرض کر چکا ہوں کہ کسی خاص قرن یا دور کی حد تک قرآن کے اس اطلاقی بیان کو محدود کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ صاف اور کھلا ہوا مطلب اس کا یہی ہے کہ اول سے آخر تک ایک ہی دین خدا کے حضور سے بنی آدم کو عطا کیا گیا، اور وہ زندگی کا "اسلامی نظام" ہے اس طریقہ سے مذاہب و ادیان کے اختلافات بھی وحدت کا قالب اختیار کر لیتے ہیں مذاہب انبیاء کو دور سے ہٹنے کے بعد خود ساختہ پروگراموں کے متعلق بتا چکا ہوں کہ دیکھنے میں بظاہر وہ جتنے زیادہ بھی نظر آتے ہوں لیکن تجزیہ و تحلیل کے بعد سب کے سب مادیت یا روحانیت ہی کے نیچے درج ہو جاتے ہیں قرآن کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ الاسلام کے مقابلہ میں عملی زندگی کے ان دونوں طریقوں کے متعلق یہ اعلان اس کتاب میں کیا گیا کہ خدا کی طرف سے ان کا مطالبہ کبھی کسی زمانہ میں کسی قوم سے نہیں کیا گیا، بلکہ لوگوں نے یہ دونوں طریقے خود گھڑ لئے ہیں۔ اور جیسا کہ یہ تفصیل اس پر بحث ہو چکی ہے کہ عملی زندگی کے یہ دونوں طریقے یعنی روحانیت اور مادیت درحقیقت اسلامیت ہی کی ناقص ادھوری بگڑی ہوئی شکلوں کی تعبیر ہے، جو عیوب اور نقائص

ان دونوں خود ساختہ طریقوں میں پائے جاتے ہیں ان سے پاک کر کے دونوں کو ملا کر دیکھئے، تو مادیت اور روحانیت کے اجتماعی قالب ہی کا نام

"اسلامیت"

یا "الاسلام" ہے، انسانی فطرت میں جو جبلی تقاضے پائے جاتے ہیں، ان میں ہر ایک کی آسودگی کا سامان زندگی کے اسلامی نظام میں پایا جاتا ہے۔

الغرض قرآن کی روشنی میں اگر مطالعہ کیا جائے تو نظر آئے گا کہ بنی آدم کے اختلاف و افتراق کی ایک ایک راہ کو بند کر کے ایک سیدھا سادہ راستہ اس نے پیش کر دیا ہے کہ ساری انسانیت جب کبھی انصاف سے کام لینے پر آمادہ ہو جائے گی اور اجتماعی ضمیر کے تقاضوں کو لوگ دباتے اور جھٹلاتے نہ رہیں گے بلکہ کھلے دماغ اور منشرح سینوں کے ساتھ ان کی پکار پر کان لگائیں گے تو وہ پائیں گے کہ

"ایک ہی نقطہ پر آدم کے بچوں کا سمٹ کر متحد ہو جانے"

کا خوش گوار خواب، صرف خواب نہیں بلکہ بآسانی اس خواب کو واقعہ بنایا جا سکتا ہے، آخر "مادیت" ہو یا روحانیت و رہبانیت" "اسلامیت" سے ان دونوں مسلکوں کا اختلاف صرف ایڈیالوجی کا اور فکری و ذہنی رجحانوں ہی کا تو اختلاف ہے۔

اس اختلاف کی حیثیت رنگ و نسل وغیرہ اختلافات کی قطعاً نہیں ہے، جن کو "اتحاد" سے بدلنے کا ارادہ بھی کیا جائے، تو یہ ارادہ پورا نہیں ہو سکتا، میں نے پہلے بھی کہا ہے اور آپ خود بھی سوچئے کیا جن کے چہروں کا فطری رنگ سیاہ ہے ان پر گورے رنگ کے پیدا کرنے کی کیا صورت ہے؟

اور یہی حال نسلوں وطنوں کے اختلاف کا بھی ہے، بلکہ زبانوں کے اختلاف میں جیسا کہ آپ مجھ ہی سے سن چکے، عقلاً کچھ گنجائش نظر بھی آتی ہو، لیکن ساری دنیا ایک ہی زبان بولنے لگے عملاً یہ مسئلہ یقیناً آسان نہیں ہے۔

اس کے برخلاف افکار و خیالات، ذہنی تاثرات کی حالت یہ ہے کہ آئے دن وہ بدلتے رہتے ہیں خصوصاً کسی ناقص خیال اور ادھوری بات کی تکمیل، یعنی مادیت اور روحانیت کو نقائص و عیوب سے پاک کر کے دونوں کا رشتہ ایک دوسرے سے جوڑ کر "اسلامیت" کے نظریہ کو قبول کر لینا انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

(باقی آئندہ)